
1931
1931
कीमत पेशगी
सालाना ५
छमाही ३
तिमाही २

توجہ شریف ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی غرض نہیں ہوتی۔ نہ بیہودہ جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ دوسرے اخباروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحکہ امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں مگر پھر بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور مسروقات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ عمر کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ الفاظ کی جدت۔ رائے کی اصابت بے رو رعایت نکتہ چینی۔ صحیح نتائج۔ انکشافات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر کیجیے۔ انشاء اللہ سال بھر کے پرچے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانہ میں نہ ملے گا۔

مینجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اس وجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ مانگنے والوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے ملک کی خدمت کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہ ہوں۔ اور دوسرے پرچہ میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچہ کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتے کے اندر تین روپیہ بھیجکر آپ مزید مدت کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ایخیر شما بسلامت۔ ہندوستان بھر کا ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ لاقیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدری کوشش سے فائدہ اُٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف تہذیب ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاک کے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے ڈاکخانے پر منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا اعمال آسان نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تحریک طلبی اور زحمتی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا اگر مزید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عرضہ کا جواب آنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے مشتہرین خانہ پری کریں [illegible]

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی اصلاح کی پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شایع ہونگے اور اُن کی واپسی کے بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو فقط۔

نوٹ

جو حضرات خریداری میں اپنے خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور رکھنا چاہیئے جو کہ اُن کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۴

ضمیمہ اودھ پنچ لکھنؤ

نمبر ۲

۱۴ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء

مضامین غیر

مراسلات

چونکہ اب اودھ پنچ میں بہت آرہے ہیں کہ وہ مضمون بھیجے جب تو وہ چھپا نہیں جاتا ہے اگر پنچ کے کام کے مضامین لوگ لکھتے ہیں کب چھپے ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت بھی نہیں کر سکتے۔ قوانین پر ہر شخص قادر نہیں۔ لہٰذا اگر پنچ مفید مضمون دفتر میں آئینہ موصول ہوں گے تو چھاپ دیے جائیں گے۔ مگر ایسے حضرات جو بطلب مضامین کے تسلسل کی ذمہ داری خاکسار اودھ پنچ کے سر پر ڈالیں۔

ذیل میں ایک مضمون بحیثیت صلاح و تنقید شائع کیا جاتا ہے۔ (اڈیٹر)

استدعا

عالیجناب اڈیٹر صاحب اودھ پنچ زاد عنایاتکم بکمال ادب دست بستہ گزارش ہے کہ میں اردو کے اعلیٰ قابلیت کا امتحان دینے والا ہوں جس میں مثنوی گلزار نسیم بھی داخل نصاب ہے اسی بنا پر میں نے بازار سے گلزار نسیم کو دیکھا جو کہ مثنوی گلزار نسیم اور انتخاب دیوان نسیم کا جسکو مولانا عزیز حسین صاحب جعفر گونڈوی نے مرتب کیا ہے اسکے شروع میں مؤلف نے لکھا ہے کہ یہ اڈیشن طلبا کے لیے تیار کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ لغات اور حاشی کے ذریعے ہر لفظ کی مدد ہوئے نیز شعر سمجھ میں آنکی لفظ لغت ہو سکے اور صحیح بھیجت اور مسائل ذہن نشین ہوں یہی بلکہ ہر شعر کے صنائع لفظی و معنوی بتائے گئے ہیں مولانا مشاق آستی نے کافی مدد کی ہے جیسا معلوم ہوتا ہے کہ قبل اشاعت یہ کتاب پنڈت صاحب ممدوح کی نظر سے بھی گزر چکی ہے لیکن یا کثر مقامات ایسے ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آئے چونکہ جعفر صاحب کی نسبت بھی بعض ذی فہم حضرات کی رائے ہے کہ لکھنؤ کے گزشتہ و موجودہ شاعروں سے زیادہ قابل ہیں اور پنڈت صاحب بھی ایک مسلم الثبوت ہیں لہٰذا یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ معاذ اللہ ایسے حضرات اس قسم کی ذلیل غلطیاں کرینگے اس لیے میں اپنی ناقصی پر محمول کرتا ہوں اور اپنے شکوک اس غرض سے پیش کرتا ہوں کہ حضور اودھ پنچ میں ان کو جگہ دیں تاکہ یہ دونوں حضرات یا اور کوئی صاحب میرے شکوک رفع کریں چونکہ اودھ پنچ ہر جگہ دیکھا جاتا ہے لہٰذا گزارش ہے کہ اسکے ذریعے سے مجھے مطلع کریں۔ مجھے پریشانی اس وجہ سے زیادہ ہے کہ پنڈت صاحب ممدوح اکثر ممتحن ہوتے ہیں اگر امتحان میں یہ مقامات آگئے اور میں نے انکی رائے کے خلاف لکھا تو یقیناً فیل ہو جاؤں گا اور ان کی رائے کے موافق جب تک سمجھ نہ لوں کیسے لکھ سکتا ہوں میں حضور سے بھی استدعا کرتا کہ حضور ہی مجھے سمجھا دیں کیونکہ حضور سے بہتر علم بلاغت کا ماہر کون ہو سکتا ہے لیکن اس وجہ سے جرأت نہیں ہوتی کہ آجکل حضور چکر گھنی کانفرنس کے جھگڑے اور سلف آر دیجیم کے چکر میں ہیں اور یہ ملک کا کام ہے میرا کام تو ملک کے ایک غریب فرد کا ہے۔

اس شعر میں صنعت تجنیس لکھی ہے

کر یاد کہیں چپ ذقن کو
کودے نہ کنوئیں میں باؤلی ہو (صفحہ ۱۵)

میں سمجھتا ہوں کہ اس شعر میں صنعت ایہام تناسب ہے جو معنوی صنعت ہے یعنی باؤلی کا لفظ کنوئیں کی وجہ سے تناسب کا وہم دلاتا ہے حالانکہ دیوانی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے جس سے چاہ اور کنوئیں کو کوئی نسبت نہیں ہے صنعت تجنیس میں دو الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوتے ہیں اور معنی میں مغائر۔ چاہ اور کنوئیں اور باؤلی میں کوئی تشابہ لفظی نہیں ہے لہٰذا یہ سمجھا دیجیے کہ صنعت تجنیس اس شعر میں کیسے ہوگی

اس شعر میں پلنگ اور شیر میں صنعت تجنیس خطی لکھی ہے۔

حاجت کے گماں سے جب ہوئی دیر
جھنجھلا کے پلنگ سے اٹھا شیر

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی صنعت ایہام تناسب ہے نہیں سمجھ میں آتا کہ شیر اور پلنگ میں تجنیس خطی کیسے ہوگی

اس شعر میں صنعت تضاد لکھی ہے۔

ہر چند کہ تھا وہ دیر کو دفا
حلوے سے کیا منہ اُس کا میٹھا

صنعت تضاد تو اُس وقت ہوتی ہے جب دو لفظوں کے معنوں میں تضاد ہو۔ اس شعر میں کڑوا بمعنی بدمزاج کے معنی میں ہے لہٰذا میٹھا کے ساتھ صنعت تضاد کیسے ہوگی البتہ صنعت ایہام تضاد ہو سکتی ہے جو صنعت تضاد سے علیحدہ صنعت ہے۔

اس شعر میں صنعت مراعات النظیر لکھی ہے۔

وہ طفل بھی گرچہ ماہ قدم ہے
مانند سرشک چشم ما در

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں صرف تشبیہ ہے علم بدیع سے اس شعر کو کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس شعر میں لکھا ہے کہ لعل گراں بہا کنایہ بکاولی سے ہے

دیکھا تو وہ ماہرو نہ وہ برج
وہ لعل گراں بہا نہ وہ درج

میں سمجھتا ہوں کہ کنایہ نہیں ہے استعارہ ہے کیونکہ کنایہ میں حقیقی معنی کی طرف بھی رجوع جائز ہوتا ہے اور یہاں لعل گراں بہا کے حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتے استعارہ میں معنی مجازی ہوتے ہیں اور تعلق تشبیہ کا ہوتا ہے یہاں بکاولی کو لعل سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ گراں بہائی مذکور نہیں ہے لہٰذا یہ استعارہ ہوا یعنی بکاولی مستعار لہ ہے اور لعل گراں بہا مستعار منہ ہے۔

اس شعر میں بکاولی کی آفتاب سے تشبیہ لکھی ہے۔

بیدار کیا وہ ماہ پیکر
جاگا تو تھا آفتاب سر پر

میں سمجھتا ہوں کہ تشبیہ نہیں ہے بلکہ استعارہ ہے کیونکہ تشبیہ میں مشبہ و مشبہ بہ دونوں مذکور ہوتے ہیں اور استعارے میں طرفین استعارہ میں سے ایک غیر مذکور ہوتا ہے اس شعر میں بکاولی جو مستعار لہ ہے وہ غیر مذکور ہے اور آفتاب جو مستعار منہ ہے وہ مذکور ہے

نسیم کا شعر ہے

بابا جو سفید چشم صفا
یوں سیل قلم نے سر کھینچا

اس پر نوٹ لکھا ہے کہ چشم صفا کی جگہ چشم صنم ہونا چاہیے۔ کھینچا کے ساتھ صنم کا قافیہ صحیح ہے لیکن چشم صنم (فارسی ترکیب کے ساتھ) کا قافیہ صحیح نہیں سمجھا جاتا۔

میں کہتا ہوں کہ چشم صنم میں اضافت نہیں ہے بلکہ سفید چشم میں ترکیب مقلوب ہے اور یہ چشم صنم کا قافیہ کھینچا کے ساتھ صحیح ہے کیونکہ اضافت ترکیب کے ساتھ ہے اگر چشم صنم میں اضافت ہوتی تو بجائے ... یا ... کھائی ہوتا کیونکہ چشم مؤنث ہے۔

بادل سادہ پھر آسمان جوش
تھا بجلی کی طرح ہم آغوش

اس شعر میں دوسرے مصرعہ کی تصحیح اس طرح کی ہے بجلی سی طرح تھا ہم آغوش۔ میں کہتا ہوں کہ اس طرح تصحیح کرنے سے دوسرا مصرع ناموزوں ہو گیا کیونکہ طرح کی را مہوز ساکن ہے۔

بہر حال جہاں جہاں علم بدیع و علم بیان کے مسائل لکھے ہیں وہ کہیں میری سمجھ میں نہیں آتے لیکن یہ چند شعر میں نے اس لئے لکھے ہیں کہ اگر یہ سمجھ میں آجائیں تو ممکن ہے کہ اور جگہ بھی میری سمجھ میں آجائے لہذا میرے حال پر رحم فرما کر کوئی صاحب مجھے سمجھا دیں۔

راقم

ذوالفقار علی از موضع کرزاد کانہ تھوان گنج ضلع الہ آباد

تحائف سال نو

(نمبر ۲)

چمنستان امرت سر

"پنجاب" اور زبان اردو کا مرادف لفظ ہر چہ جائے ہیں "چمنستان" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ دو سال سے جاری ہے اس کا سالانہ نمبر ... جنوری میں جاری ہوا ہے گرد صورت اور سیرت کے اعتبار سے خوب ہے کئی چھوٹے دلچسپ افسانے اور متعدد نظمیں عمدہ ترتیب کے ساتھ اس میں درج ہیں۔ دو تین مستقل مضمون بھی ہیں رسالہ یا اخبار کی قدروں میں اور کیا ہونا چاہیے؟ [illegible]

ان میں ... کے مقابل ... [illegible] ایک ... [illegible] مگر حضرت کہہ ... [illegible] آپ نے خوب مضمون لکھا۔ ورنہ مضمون ... سے نامناسب ہے کہ ... انکی تحریر کا اصل محرک ہوتا ہے۔ ایک ادبی رسالہ میں نہ ... کا وجود نامحمود ... گزرانی کر ... فردوسی نے شاہنامہ لکھا۔ محمود غزنوی نے انعام میں بخل سے کام لیا۔ یہ ایک مشہور حکایت ہے۔ ... کہ ... جانا جبنام اور اس جرم کا مرتکب ہے۔ ہم تو اپنی زندگی میں ... [illegible] قلم ... فردوسی کی ذم میں ساٹھ ہزار اشعار ... تو حضرت سلطان محمود خلد آشیاں پر وعدہ خلافی اور کنجوسی کا الزام لگانا ہے بقول حضرت ...

تجھے سیر کرنے کو گھوڑا دیا
مگر اس بار دوئی کو جوڑا دیا

واسطے ... کے لئے

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۳۹ سنہ ۱۹۳۰ ع

بعدالت جناب چودھری محمد ... صاحب ... اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول ضلع بارہ بنکی

... مدعی

بنام

... مدعا علیہ

[illegible]

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی

واسطے ... کے لئے

سمن لغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ... سنہ ...

بعدالت جناب ... صاحب ... اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول مقام ... ضلع بارہ بنکی

... وغیرہ ... مدعیان

بنام

... ڈپٹی کمشنر ... کورٹ بارہ بنکی وغیرہ

[illegible]

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن لغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبری ۲۵ سنہ ۱۹۳۰ ع

بعدالت جناب سید حسن ... صاحب بہادر منصف مقام اکبر پور ضلع فیض آباد

... وغیرہ ... مدعی

بنام

محمد ایوب بیگ وغیرہ ... مدعا علیہ

[illegible]

آج بتاریخ ... ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ ع بمہر و دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی

تو وقت حاضری ... اکبر پور ضلع ... [illegible]

فردوسی کی ہجو کی طرف یہ کہ سلطان محمود کو جیسی کہ آج کل یہ کس نے کہا تھا ہے کہ جو مذہب ہو کہ ایک عظیم انقلاب انقلاب کی رو کا جو اہم ... ذات اور عقائد پر مذہب اور غیر مذہب ... ہے اور پھر اس گنجی دہنی کا ... طلب کیا ہے۔ محمود صاحب کے ... ہے۔ ... حضرت نے فردوسی کی بدنامی کی ... دکھائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ

تا بغداد از ... ہمچو ... بخشش
کہ ... قتل ... بخشش

... اس شعر کا مصرعہ اولی سنت ترین تبرا ہے۔ جس کا اظہار ... کی حدیث ... الزنا ... الخلافۃ کی طرف ... اس حدیث کے ... کیا ہیں ... اہلسنت والجماعت اس کے مقابلہ میں ... حال بھی ... سمجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں ... آپ اپنی آنکھوں پر سے ... کی پٹی کھول کر دیکھیں کہ وہ قابل الزام تھا یا ...

گردن زدنی ہیں یکتا ہوں کہ سلطان محمود ... فراخی کی ... زندہ ... نہ رہا۔

بھلا بتائیے جب مضمون نگار کے پہلو ... قلم کی آتش غضب بھڑک رہی ہو تو وہ کہاں تک تحقیق و تنقید ... ثابت ... میں کامیاب ہو سکتا ہے مضمون اور محمود کا مذہبی اختلاف یا فردوسی اور دیگر شعرائے دربار کا مذہبی اور ذاتی عناد ... عزت گیری ... ہو ... حضرت مضمون نگار یا آپ سے باہر ہونا ہماری رائے ہے کہ ایسے اشخاص کو قلم اٹھانا ہی نہ چاہیئے۔ خداوند نعمت اچھا ہوا کہ فردوسی کو محمود نے ... خوب ہوا کہ اقبال ... قدیم ... سخن ... خود گفتہ ہے

گرت زیں ... گناہ من است
چنیں ... ہست ... راہ من است

سلطان را ناخوش آمد و سیاست فرمود ... میاں فردوسی نیاں ... اور ... ہاتھ ... ہم کیوں ایسے واقعات کا تذکرہ ایک ادبی رسالہ میں کرتے ... کی ...

یہ بتا لگائیں۔ اس مضمون میں ... استعارہ سے کام لے کے جناب محمود نے یہ دکھانے کی سعی فرمائی ہے کہ (۱) ادو قصہ بے اصل ہے (۲) دشمنوں کی تاریخ میں اس کا وجود نہیں۔ (۳) یہ فردوسی ... جانتا ہی کیا تھا جو شاہنامے کا مصنف ہوتا۔ (۴) تاریخی اور ادبی غلطیوں سے اس کا کلام مملو ہے (۵) وہ دربار سلطان میں ... رہا (۶) ثابت نہیں ہوتا کہ شاہنامہ سلطان محمود کے عہد میں تصنیف بھی ہوا تھا یا نہیں۔ (۷) اس میں شعر بھی ساٹھ ہزار نہیں (۸) جو شاہنامہ آج پیش کیا جاتا ہے وہ خدا جانے کتنے نسخوں کا مجموعہ ہے (۹) کسی مورخ نے اختتام شاہنامہ کی تاریخ فلاں اور کسی نے فلاں مقرر کی ہے جوزری حساب ... فردوسی کی وفات کے گیارہ سال بعد اسکا اختتام ہوا۔

الغرض یہ مضمون کسی نتیجہ تک ... ذہن کی رہنمائی نہیں کرتا ہاں مضمون نگار صاحب کے ... کی جھلک ہر ... میں موجود ہے۔

محمود بریلوی صاحب ہوں یا کوئی شخص ... دونوں کو اس طرز تحریر سے اجتناب لازم ہے۔ ... شیعیت اور سنیت ... ہیں ... مذہبی ... کے خصائص عالیہ کے واسطے ... ہیں ... فرض سخن کی داد پر ختم ہو جاتا ہے۔

فردوسی نے ایک جگہ ایرانیوں کے خیالات کی تصویر جبکہ وہ عربوں سے معروف ... کھینچی ہے

ز شیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت فریدوں کند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

دنیا جانتی ہے کہ اسلام کے قبل عربوں کی حیثیت ... کی سی تھی ... اور کتاب عرب ... کا ایک گروہ رہتا تھا۔ اور ... عرب ... تھے ... کے وقت اگر ایرانیوں کے خیالات عربوں کے بارے میں ایسے ہی ہوں تو عجب نہیں یہ بالکل آئین فطرت کے مطابق ہیں۔ طبائع مختلف ہوتے ہیں ہزاروں ... کو فردوسی کے ان اشعار پر ... نقل قول ... شاہنامہ ہیں۔ مگر ...

بدست عوام فروخت کے لیے

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۱۳۰

بعدالت جناب منشی عبدالمجید صاحب بہادر حاکم تحصیل ... ضلع ... دہلی

[illegible]

بنام

[illegible]

دستخط حاکم بزبان انگریزی

آرڈر ... قاعدہ ... ضابطہ دیوانی

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ... ۱۹۳۰ء

عدالت جناب کنور ... صاحب بہادر ...

[illegible]

بنام

[illegible]

دستخط حاکم بزبان انگریزی

[illegible]

تبصرہ شام دسالی وفات بشام لکھنوی ۱۹۳۳ء کو
بہ حیثیت ہی لوگیا چاہا فرماتے ہیں۔

بس لکھنؤ تو سبب وارد — بشام بہ سبب رود ورو
قرۃ ای چار یار کبار — بغراؤں سنکر ہو چہار
تیغ تیغ نسب گو ترکش بریدہ — بہ سبب ہم بر جدید دو کے
دل کی گو ماں گیر و گیر و ما — زنگیاں ہو گی آواز کی ہو
بہ سام ہو ہیتم تری پیشانہ — بہاؤ ہوہ ہو گرد شاہ
کس خاطرے شاہ و نامہ شمار — نمود بی و سیل شنشاہ
بکفر ہ کردن گیر ماہ کیو ش — مگ غیرت زخم سے ہو ش
گر کردہ لشبہ ناسہ خور و رقم — نطعین عرب ازد زبان عجم
زنجیر شعر خور درو دوسر سا — عرب لا ہجائے دید ہ ہے کا
کر تخت فرید ہی گنہ کار زہ — تو ہو تو کے پیچ گرداں تو
جاناہ ول درود بیش نہ — کلام ام عزیز تر نجیل تہ ہو
نیاز خور عشق کا خور لایا — آں بیمرو بخش شہ ہم جہان
جہاں دولت سال شعر ہم — ہوکیدم کہندش جہان اعلا
قیصر مردی رہی غرات — ذلیسا و ہی دوستی برات
زم آرمی او شاہ عرب — شمام کم خاک در عرب
نیاد ہر شمر کاں ملک و تقطر — جنیں اشتر گبسلا نہار
دم عرب ہم نمان شکن — چناں ہو اور ہ و ادم ہو کا
تنقریب تمہید یوں کہ دوم — جل صبح تازی ہی ہو گرد جزم
بچھت ہو ہو عم نا تمام — زاند لیشکرم زطول کلام
قد دادر غور و ہو ہو یار ہوئی — کر خیب بسیم و ری اور سی

فرد وسی بیچارے کی ہڈیاں بھی حضرت آشوب کے زمانے میں باقی رہ گئی ہوتی کوئی پوچھے کہ جو ہر ورنہ شکن آنے کا مدرسی پہ ہوا آج حضرت محمود بریلوی سلطان ہو کر خو ہی سے کہتے ہیں کہ بھائی ہشام صاحب تم نے ہی

[illegible]

منیر سلطنت کا دو بارہ اجرا

رسالہ سلطنت دہلی سے جو تعطیلات کے بعد اب باقاعدہ شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ [illegible] سیاسی تعلقات میں ہمدردانہ مقاصد کو کسی طرح [illegible] کسی قسم کی [illegible] باکمالی [illegible] کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر [illegible] ہیں۔ [illegible] مضامین [illegible] طباعت اور کتابت میں شائع [illegible] ہو گی [illegible] ساڑھے روپیہ سالانہ [illegible]

[illegible]

منیجر سلطنت [illegible] دہلی

یا مستقل شاعر کو شیڈ اکیوں کا بھرتی ہیں گیا ساتھ آ
ہمارے مستقل یا مضمون نگار ہیں کا یہ حال ہے
ان کو ترحم اور جو بیں بھی شیت شیت کی شمع روشن
مکانی رہتی ہے۔

بانیہ ہم کہتے ہیں کہ محمد علی صاحب کا مضمون
بہت دلچسپ اور دل آویز ہو گا لکھنؤ ادبیہ
کی کہ ان کے تعلقات ہے غالی نہیں۔ دیکھئے
چمنستان ہے ہی۔ آج کل رسالے جس قسم کے مضامین
دیتے ہیں وہ یہ بھی ہیں۔

امید ہے کہ اس رسالہ کے کی قدر افزائی ہو گی اور
وہ اڈیٹر صاحب (مسٹر محمد افضل خان) کی سعی کو
دو چند کر دیجئے۔ مضمون تو لکھینگے اور ایک روپیہ
ششماہی منی آرڈر بھیجئے اور بھی جو ایک روپیہ کی پروا کی تو
پھر فردوسی کے سے بیچارگی روزی کمانے کی نوبت
آئے گی۔

مسٹر محمد افضل خاں نے کئی رنگین اور سادہ تصویریں
بھی رسالے میں شامل کر دی ہیں یعنی مصوری اور
شاعری (جو کہ بہنیں کہلاتی ہیں) ایک ہی عفرزند
ہیں ہے

بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

راقم ———

ارباب خاکسار

بچہ۔ [illegible] انصاف [illegible] کا یہ واقعہ کہ شعرا [illegible] سے [illegible] ہو گیا [illegible] کہ حضرت امام [illegible] شیعہ [illegible] کے لئے [illegible] ہو [illegible] ایک گروہ کا تھا [illegible] علما دین کے نقل تقسیم نہیں ہوئے تا کہ [illegible] اعلان نہیں ہوا [illegible] نہیں [illegible] کسی نے بتایا یا نہیں تو کس شعر سے کوئی کارروائی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسکے علاوہ میدان [illegible] میں بزم کا کل ہی گیا تھا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ شادی مصلحت پہ مبنی تھی یہ وہ بیان ہے کہ ہیں جو ہندوستان میں ہوئی کہ مصلحت کی تھی ہوئی ہے کہ صاحبزادی جوان تھیں۔ دشمن مقتدوں کو گرفتار کرنے کے بعد زیر دستی اپنی کنیز بنانا چاہتے تھے شادی صرف یہ [illegible] امام [illegible] تک دشمنوں کی نیت پر کرو کے کی غرض سے بھی ہو تو ہرگز عجیب نہیں۔ آخر عقد کے مخالف گروہ نے انکار کر دیا کہ خاطر گیری نام کی کوئی صاحبزادی تھی ہی نہیں عقد کس کے ساتھ ہوا غرض کوئی بھی ان کے درد سکم کر تو قطع نہ کرسکا اب تک عقد قاسم کا واقعہ اگر کسی مجلس میں مخالف عقد ہوں کے سامنے ذاکر بیان کرتا ہے تو وہ شور مچانے کے سلسلہ اجھلنے لگتا ہے

جیسے کسی نے ہنڈی کے سر پر نمک چھڑک دیا۔
واقعہ یہ ہے کہ مسلمان درباری حاکموں کو مشہور
مذہب بنانے کے عادی ہیں۔ ان کے خلاف کوئی کلمہ
سنتے ہی ان کا نشہ پھول جاتا ہے۔ مولانا ابوالکلام
نے فرمایا ہے کہ عالمگیر کے افعال اور ہر ایک کو نہیں
کی بابت مورد الزام ہے حالانکہ کتے چینی پر عمل
جائز و ہموار دیتی۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ محمود بیلوس صاحب
نے جو نام بادشاہ پر چل اور صد خلافی ظلم ہوتا ہے
کا داغ لگاتے ہیں۔ نہیں صاحب نہیں۔ فردوسی پیدا ہی
نہیں ہوا۔ لہٰذا شاہنامہ تصنیف ہی نہیں ہوا۔ اگر پیدا
بھی ہوا تھا تو اب ہم کہتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی اس کا
نے ٹیٹوا گھونٹ دیا تھا۔ لہٰذا صاحب تو محمود بریلوی
صاحب کے سر علاقت قدیمہ میں سے ایک کی ہے
جو عنصری عسجدی اور حسن میمندی کے ساتھ شریک
ہو کے انھوں نے ثابت کیا پھر آپ کوئی اجارہ
دار ہیں اگر کوئی کہہ بیٹھے کہ آپ شیخ شاعر کی خواہ مخواہ
حمایت کرتے ہیں تو یہ اعتراض آپ پر بھی چپک کے
جزو بدن ہو سکتا ہے۔ برادر فرش صاحب اور بارہ
صاحب نے ہر کتاب "تنگی کی صحت میں اوہ لگایا ہو
ظاہر فرمایئے۔ مورخ سنی ہو یا شیعہ اس بیہودگی سے
بہت کم عہدہ برآ ہو۔ سمجھے؟

راجستھان لاہور

سالانہ نمبر

یہ ہفتہ وار اخبار خود مختار ریاستوں کا
دفاعی اور ترجمان ہے۔ اس کا سالانہ نمبر ہمارے پاس ریویو
کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس کے نظم و نثر مضامین ایک سال
کی زحمتیں اور دوسرے کے استقبال پر مشتمل ہیں۔ ایک
افسانہ بھی ہے گر نا مکمل ہے۔ سال نو کا تحفہ بھی اچھا
اور دلچسپ ہے۔ اسے کہتے ہیں "اپنی گڑیا سنوارنا"!
یہ نمبر خاصا ہے۔ محمود قریشی ساوری صاحب اس کے
ڈائرکٹر آف پالیسی ہیں زیادہ ایک ایک کی نہیں
منگا کے دیکھیے۔ اچھا ثابت ہو تو ستھان اخبار
بڑا معلوم ہو تو ۔۔۔۔۔۔۔ ہم نہیں جانتے۔

عفت دہلی

لڑکیوں کی تعلیم ضروری ہے تو زنانہ رسالوں کی
بھی ضرورت مسلم ہے۔ سال جدید کا یہ تحفہ ایک بڑا
تحفہ ہے۔ نظم و نثر تمام مضامین خوب اور مفید ہیں اس
رسالے کی ترتیب اچھے کاغذ اچھی کتابت اور چھپائی سے
کی گئی ہے۔ امۃ الزہرا بیگم صاحبہ ضیا اس کی مالک اور
ایڈیٹر جمال خاتون بریلوی عطیہ بیگم اہلیہ شمشاد علی
صاحب ایم اے اس کی ایڈیٹر ہیں۔ وسعتی کو صحبت کافی
ہے کہ کوئی مضمون ایسا نہیں تمام پر لکھنے کے قابل نہیں
سب اچھے ہیں البتہ ایک بے معنی سا کارٹون خالی
الجھن بنا دیا ہے کہ نظر نہ لگے۔ جیسے گورے گالوں پر
کالا تل۔

اگر بوجھوں والی عورتوں کا ہاتھ اس کی ترتیب و
صنعت میں داخل نہیں تو سمجھنا چاہیے کہ مسلم خواتین
ہند نے بھی خاصی ترقی ادبیات میں کی ہے۔ اور وہ
دن دور نہیں جب کہ مردوں کے ہاتھ سے قلم دھکیل
کھا کے عورتوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ اس وقت
میاں منہ دیکھ کے رہ جائیں گے۔ یا مینی کہ ہر گاؤں اور
"بیوہ" والی "مردوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔
ایک دن ان حضرات کو ضرور شکست ہو گی۔ اور یہ
شکست عورتوں ہی سے نصیب ہو گی۔ اس نمبر کا
حجم ۱۲۵ صفحہ کا ہے۔ ماہواری آرام تائی چاہیے
لفظ رسالانہ عام قیمت ہے۔ دفتر عصمت دہلی سے
طلب کیجیے وہیں سے شائع اور فروخت ہوتا ہے فقط

ہفتہ وار مصور

پیام

شیخ سالانہ

نئی یا نیا

ملک اخبار نویسوں کی اولوالعزمی کلکتہ سے شائع ہوا اخبار پیام
جو مرحوم "پیغام" اور "الہلال" کی جگہ پر نکلے تھے وہ اب
"پیام" کے صفحات پر چمک روشنی لا رہے ہیں۔ اگر آپ کی نظر میں
صحیح ذوق ہے تو "پیام" بہت پسند آئے گا اظہار کرنے کی
ضرورت نہیں کہ "پیام" آزادی کا علمبردار اور اعلان حق میں
بالکل بیباک ہے۔ معیاری مضامین انگریزی تصاویر کے ساتھ
نہایت عمدہ اور دلچسپ مضامین شائع ہو گئے ہیں۔
نمونہ کا پرچہ ... کا لکھ کر طلب کر سکتے ہیں ...

منیجر "پیام" نمبر ۱ اتار اجند اسٹریٹ کلکتہ

پنچ ل خدا۔ خدا ل پنچ

"فیسٹ"

"فیسٹ" برتنے والی چیز یا پچھلی رخصتی آواز ہے
وہ کند سے قول کھٹے ٹھکانے ایم کر پھیلا کے دور تک لگی
ہے تو "فیسٹ" کہتی ہے۔ بلکہ گھسی کانفرنس کی بالی برخا
ہوئی کر نہ رہ گئے اور "کارفیسٹ" کہتے اس غرض سے
پالے باہر جائے کہ آج برابر پر آ گئے ہے دو چار مہینے کے
بعد پھر کھیں پر ہوں یہ نہیں ہو گی کس نہ دیکھا جائیگا
"کالا ادا" ہے یا "بھورا" اس کا حال خدا ہی جانے
"ہمارے پیارے" کی نوبت ہندوستان اور ہندوستانیوں
کے برتاؤ پر موقوف ہے یہ قضیہ زمین بر سر زمین "
"فیسٹ" کے واسطے ضروری نہیں کہ "معقول" بھی ہو۔
کیا معنی کہ "سرمایان عالی" یہاں سے وہاں تک ہی کون۔
سب سرمایان قال ہی تھے جنھوں نے آدمی چڑھانے کو
محبت دشمن پر ہمیشہ ترجیح دی۔ البتہ جب نرمی پچ پچ
کا وقت آیا تو کیسے آگے بڑھ کے قدم ملا۔ غور سے دیکھیے
تو وہم فضل پر "فیسٹ" کا استعمال وا اسلامی یہاں ہر ایک
شے میں ہے۔ چراغ بجھنے لگتا ہے تو "فیسٹ" کا آخری جوہر
دکھاتے کے شمع فراق کے آخری شعلہ معنی و صورت "فیسٹ"
دکھائی ہے۔ گھر سے رخصت ہوتے وقت خدا حافظ زبانی
جس طرح پیٹھ دکھائی ہے اسی طرح منہ دکھانا بمعرض شدہ
نتیجہ قریب بستر رخصت مبارک باد۔ خدا کے سپرد کیا ہے۔
تنکر السلام علیکم السلام ولی لی بیکوں کو ہماری طرف
سے دعا کہنا۔ دیکھو خط ضرور لکھنا۔ یہ سب دعائیں اور
گلے "فیسٹ" ہیں دوسرا بچہ سرتے وقت کی ہچکی لینا گر آ
یا کنگرو بھی "فیسٹ" ہے۔ جدید پریس آر ڈیننس ہفتہ کی
آخری "فیسٹ" ہے۔ لارڈ کی فیسٹیاں ساتی میں بلکہ گھسی
کانفرنس کے ممبروں کی آخری "فیسٹ" بھی کچھ کم پر یاد نہیں
نواب صاحب بھوپال اور سر تیج بہادر سپرو کی خوش آمدی
دفعہ لیے۔

"مسٹر وائٹ سن نے اسکاٹ لینڈ کی طرف سے بہادری
کی "فیسٹ" ہندوستان کی خدمت میں پیش کی "فیسٹ"
بھوپالی "فیسٹ" ہے۔ یعنی گول میز کانفرنس کا سہیلہ ہو گی
تو اس کا سہرا اسکاٹ لینڈ والے کے سر پگ فیسٹ بیٹھے

شاستری فیٹ سے

البستہ ہندی فی بیت لعلق

شناعت معاف ہو وا اب سکتم

ہیرے جینہ کی کوٹھری میں وردہ اجلاس کیپٹان کمرہ بند دروازہ اوپر ہو گیا "دروازہ" کا اظہار دیکھنے کا کام ہے۔ میں اوجھا نہیں۔ مگر ایک اہم سب کمیٹی کے صدر نے یوں فیٹ کی کہ وزیر اعظم عنقریب بیشن فیٹ رکھینگے جس سے ہندوستانیوں کے دل باغ باغ ہو جائینگے آج برطانیہ کی تاریخ میں ایک چمکدار عجب و دلکشا نیا جگمگاتا باب تیار ہو رہا ہے جس میں لکھا جائے گا فیٹ فیٹ فیٹ۔ اس فیصلے تک پہونچنے کے لیے ہندوستان کو زیادہ زحمت نہیں برداشت کرنی پڑی خالی چند ماہ پیپل پھوڑی اور پیلانے میں محنت کی روٹیاں توڑنی پڑیں۔ فیٹ فیٹ فیٹ۔

سر راما سوامی آئر کی فیٹ۔

فیڈرل اسکیم میں ہندوستان کے خود مختار رئیس شریک ہوئے۔ فیٹ فیٹ۔

ہندوستانیوں نے منطقی استدلال سے اپنا مطالبہ پیش کیا۔ فیٹ فیٹ۔

امید رکھنی چاہیے کہ پارلیمنٹ ہندوستان کی قسمت میں چین ہی چین لکھ دے گی۔ فیٹ۔ فیٹ۔

امید ہی پھر دل ہے کہ ہندوستان ہو گا نیا فیٹ وزیر اعظم اور وزیر ہند کی عنایت کی عرض۔ فیٹ فیٹ۔ لارڈ ریڈنگ کے احسانات کی فیٹ فیٹ فیٹ

سر سلطان احمد کی فیٹ۔ اعتماد رکھو بھائیو کامیابی کا فوری فیٹ کامیابی فیٹ کامیابی۔ صوبوں کی آزادی۔ فیٹ۔ صاحب لوگ تمہارے لیے پریشان ہیں فیٹ۔ بیرون کی فکر نہ پوچھو فیٹ اور قدرت پسند بھی فیٹ۔ آخر فیٹ فیٹ فیٹ۔ کامیابی کا قطعی وعدہ ٹھیک ٹھاک فیٹ۔ رنجیت ہی دستخط ہیں فیٹ۔ ثمر منتظر فی: حسن نقش ہم کی صدا جلد ملے ہوگی۔ دنوں بیٹھے کیوں؟؟ فیٹ فیٹ۔

لارڈ پینکی کی فیٹ۔ بھئی لارڈ ریڈنگ کیا کہنا۔ جو ہرنے کہا وہی اصل چیز ہے فیٹ فیٹ

سر مسعود علی بوہرہ کی فیٹ۔ غور کر لیجے دو فیٹ۔ فیٹ

لارڈ پیل کی فیٹ۔ اس جاتی فیٹ اس جانی

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کی فیٹ۔ ہاں ہاں جی۔ میں کروں گا فیٹ۔ دم بہ فیٹ۔ صبر کرو فیٹ۔

کرنل گڈنی کی فیٹ۔ انگلو انڈین گروہ کی خدمت کا کیا کہنا۔ واللہ فیٹ قرباطہ فیٹ انھیں تو سر کو حاق جانا چاہیے فیٹ فیٹ فیٹ۔

سر محمد شفیع کی فیٹ۔ مسلمانوں کے حقوق فیٹ۔ ان کا تحفظ فیٹ۔ ورنہ نہیں تو پھر فیٹ فیٹ فیٹ۔

مسٹر جناح کی فیٹ۔ ہندو مسلمان دونوں مل جائیں تو فیٹ۔ ورنہ فیٹ فیٹ فیٹ۔

مسٹر ولیبر کی فیٹ۔ ہندوستانیوں سے پوچھا بھی ہوئے تو فیٹ۔ ورنہ فیٹ فیٹ فیٹ۔

مسٹر جیکار کی فیٹ۔ وہ ہے مسلمانوں کا تعصب فیٹ فیٹ فیٹ۔

مسٹر گودن جونس کی فیٹ۔ یہ بھی تو اسی آئین کی تائید کریں گے جو تمام اہل ہند کا متفقہ ہو۔ ورنہ فیٹ فیٹ فیٹ۔

سر سپرو کی فیٹ۔ بھائی کیا کہیں فیٹ۔ مباحثے کی گرم بازاری ہے۔ کیا ہی اچھا موقع ہو۔

بڑھ بڑھ کے زیادہ منہ کھولو
بہتی گنگا ہے ہاتھ دھو لو

اے یارانِ سر تیل۔ فیٹ فیٹ فیٹ۔

سر مرزا اسمعیل کی فیٹ۔ پاس فیٹ جہاں فیٹ سب لگے ہیں فیٹ۔ حکومت ہند کچھ دیر ہی فیٹ فیٹ فیٹ۔

سر اکبر حیدری کی فیٹ۔ ہندو صرف ایک بات کی طرف سے فیٹ کہنے کا عادی ہو اگر اس حالت میں تھوڑی کثر ہیوست ہو جائے تو پھر ہماری طرف سے بھی فیٹ فیٹ فیٹ حضرات ناظرین۔ ہمارے فیٹ فیٹ آپ نے سنی۔ کیا آپ اس پچر زرخان پارلیمنٹ میں عظیم الشان اختلاف نہیں کیجیے۔ یعنی باوجودیکہ ہر ایک متفق و متحد ہو کر ازا سید فیٹ فیٹ کر رہا ہے پھر بھی ہر ایک فیٹ جداگانہ ہے۔ اگر اسی کا نام کمال آئین فیٹ ہے تو پھر فیٹ فیٹ ہر مسئلہ غیر مختتم سمجھ اور ناقص نظر آ رہا ہے۔ اور ڈاور ان کی فیٹ جو بعد

دراصل یہ دعوت ہی ایک کامیاب فیٹ سمجھی جا رہی ہے۔ حالانکہ ملک اس فیٹ میں خواہیدہ کی فیٹ اور اچھی فیٹ تصور کرتا ہے لیکن حکومت ہند یا اس کے کارکن کی فیٹ سے مطمئن ہے۔ ہونا بھی چاہیے۔

انڈین نیشنل کانگریس کمر ہمت کیسے بیٹھا ہے غرض یا وہ وانہ فیٹ پر اعتبار نہیں کرتے گول میز کے حضرات۔ ہندوستانی ہیں اور ملک میں اکثریت کا عالم وطن دوست عمل شناس بھی ہیں یا انہیں اصلاحات کی ہوا بال دال میں تقریروں کا پھاندنے کے سوا کچھ کر سکے یہاں ہوا بال ہے زوروں پر۔ حکومت ہند ایک طرف تو اس نجاد کی پوشیدگی کے بچاؤ ابھرتی ہے دوسری طرف نئے قوانین جنہیں قوانین کے نام سے نامزد کرنا تا کہ ان قوانین کی ہتک حرمت ہے ایجاد کرکے آتشی بازی کا جوش بڑھا رہی ہے لیکن اس قسم کے قوانین مثل پیلے نافذ کر رہی ہے کہ قانون کی پیمانہ کرنے والوں کی تعداد بڑھے۔ ابال آئے اور چولہا بجھ جائے اس صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ حق ادا نہ ہو سکا

اخذ ناھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون ہ
(جب اپنی کوششوں کا نتیجہ دیکھ وہ پھول گئے تو ہم نے یکبارگی انھیں جتا لیا بس پھر وہ نا امید ہو گئے)
کی تلاوت کرکے لوگ منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔

حکومت آگے کہے کہ اب ہنڈی کا ابال دبا تو بھی تو جھوٹ۔ کانگریس والے اگر یہ نہیں کہ حکومت ہار مان گئی تو جھوٹ۔ دونوں کا پلہ برابر ہے بلکہ کھسنی کھانے کے بعد ولایت کے مسافر فیٹ بول بیچے اب گھر کو بیٹھ رہے ہیں یہاں آ کے فیٹ نہیں بلکہ حیرتوں کی طرح "فیٹ فیٹ" بولیں گے۔ کانگریس والے دھڑا دھڑ کہیں گے۔ حکومت دھمکی دے گی صدائے عام بیچارے پٹا پٹ میں مبتلا رہینگے۔ یہ خلاصہ ہے اس سرکاری کتاب اور پرانی پھوٹی کی باتوں تدبیر کا جو سال بھر سے لکھی اور چلی جا رہی ہے۔ منشاء کہ مسٹر میکڈانلڈ کی فیٹ ابھی ختم نہیں ہوئی۔

فی فی فی کہ کچھ ٹ ٹ ٹ کا لفظ باقی ہے آئندہ نمبر میں انشاء اللہ اگلی ٹ ٹ ٹ بھی سن کر آپ ناقص فیٹ کا کمال کرینگے بس فیٹ فیٹ فیٹ۔

مرگ تو مبارک

ایسے پر آلیا کاہل دیے پر کیسا

ہماری ہمدردی کسی انسان کے مرگ سے متعلق نہیں ہے آسودگی و آسائش خلق کا انتقال و ارتحال ہے جو توسیع اختیارات پولیس کے جلوس ہونے والا ہے۔

سرکاری محکموں میں خواہ وہ عدالتی ہوں یا انتظامی قریب قریب ہی رشوت کا دستور تو حکومت کی غفلت کی بدولت (خدا رکھے) ہمیشہ سے جاری ہے۔ پولیس اس وجہ سے کہ اعمال خلائق کی نگراں ہے اصلی نہ سہی تو بہ اس مقدمہ گڑھ کے شکم پری کے ذرائع کبھی کبھی نہیں اکثر بہم پہنچا لیتی ہے حکام انصاف تجویزوں اور فیصلوں میں کبھی صاف صاف اور کبھی نقطہ اور مبہم الفاظ میں ظاہر کر دیتے ہیں کہ یہ مقدمہ مصنوعی ہے چونکہ انصاف و انتظام کے محکمے آپس میں گتھے ہیں اس لیے ان تجویزوں پر شاذ و نادر توجہ کی جاتی ہے اور انسداد ان جرائم کا جو تعزیرات ہند میں قابل تعزیر ہیں نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی جرم ہے جو کسی غیر سرکاری آدمی سے سرزد ہو تو جیل کی ہوا کھلائے اور وابستگان سرکار سے (خواہ وہ ہندوستانی ہوں یا یوروپین) سرزد ہو تو پلاؤ قورمے کھلائے۔ واہ رے انصاف۔ واہ رے انصاف واہ رے انصاف۔

فرض کیجیے کہ پولیس کے اختیارات زیادہ وسیع ہو گئے تو یہی ماننا پڑے گا کہ "ہم مرے" اور ابھی مرے۔ پس مرگ تو مبارک۔ بدنصیبی دیکھیے دیدوں کی تعریف اس مثل سے کرتی ہیں:۔

"ایسے پر تو آلیا کاہل دیے پر کیسا"

ایک ہندی شاعر اس مثل کے مفہوم کو یوں ادا کرتا ہے

ع

ایک تو جینا دو بھر ہے دوجے دشمن سار
اور باد رے کو دیت ہے تو اور ہتھیار

ہائے ہائے ع

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد آ گئی سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

حکومت کا یہ بہانہ کہ انقلابی سازشوں کا سد باب بغیر ایسے سخت قوانین کے ممکن نہیں۔ بہانہ ہی بہانہ ہے۔ انقلابی سازشیں اگر کچھ عالی ہوتیں تو اب تک ختم ہو چکی ہوتیں۔ کونسا دقیقہ اٹھا رکھا۔ گولیاں مارنے کا اختیار، تلاشی لینے کا اختیار، حالات میں جلد کرنے کا اختیار، جرم کی بلا بجائے بری سے سرفراز کرنے کا اختیار، مالی اوراق کو ضبط رکھتا ہے۔ گھروں میں گھس جانا اور جلسوں کو گرفتار ساختہ اور بے ساختہ شبہات پر تفتیش و تعاقب کے لیے مارپیٹ گالی گلوچ سے بسم اللہ کرنا، یہ فی الحال کا معمول ہے۔ پھر بھی انقلابی سازشوں کی روک تھام نہ ہو سکی گروہ کیا؟ نہ ہندوستانیوں کو ہندوستانیوں سے ہمدردی ہے نہ حکومت کو یہی روش حکومت کی تھی جس نے سازشوں کا دروازہ کھولا۔ اور ان قوانین سے جو اب جاری ہونے والے ہیں یہ سازشیں زیادہ روشن ہو جائیں گی۔ بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ اس صورت میں انقلابی سازشیں بند ہو جائیں گی۔

ہمیں حکومت کے ساتھ بھی ہمدردی ہے اور اپنے ابنائے وطن کے ساتھ بھی جہاں تک ہم سے ہو سکتا ہے ہیں کہ سازش فساد کے پیداوار ہوں حکومت سے بھی بقول پولیٹیشن کے گزارش کرتے ہیں کہ جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے بڑھ کر نئے قانون کے ... سے زیادہ ضروری اپنے افعال و اعمال کی درستی ہے۔ پنجاب اور دیگر مقامات میں جو حقیقت میں پولیس چلا رہی ہے انکی روداد خود سے پڑھنے کے قابل ہے مثلاً ایک مجرم یا ملزم کو دوسرے شہر کی چاٹ پر لگانا اور اسکو ایک بیان خود تیار کر کے رٹوانا اور اگر وہ انکار کرے تو مارپیٹ کے اُسے مجبور کرنا کہ یہی اظہار کرے، اسکا عادی کے منہ سے قبول کر لینا اور "مفروضے" سبکتگینوں کو بھرے دربار میں ... کوئی معنی رکھتا ہے یا نہیں۔ ایسے صدہا واقعے روز ہو رہے ہیں۔ اگر اسکا سدباب نہ ہوا تو کیا آسائش وطن اہل دل کے نزدیک ہمیشہ ایسا ہی لا علاج رہے گی۔ حکومت نہ سمجھے گی کہ کیا قابل ترمیم و تنسیخ اختیارات کا ناجائز تصرف سازش پر لوگوں کو مجبور نہ کرے گا؟

اگر حکومت کے دماغ میں کچھ بھی عقل ہے تو اس سے لازم ہے کہ پولیس کے جھوٹے انکشافات کی تحقیق و تفتیش پر بہ نسبت پالیسیوں کے استعمال کے زیادہ توجہ کرے۔ تاکہ انصاف کی امید خود ہی پبلک کے دل میں حکومت کی وکالت کا حق ادا کر رہی ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ بجز پولیس اور سرکاری عمال کے ایک دل بھی ایسا نہیں جو حکومت کی عزت سے بدگمان نہ ہو۔ حکومت کو تنخواہ پانے والے ہمدرد ملتے ہیں جو تمغوں و انعامات کے مزے لینے کی وجہ سے خدمات انجام دیتے ہیں، انقلابیوں کو انعامات حاصل نہیں۔ انکی ہمدردی میں آدمی بکری کی گوشت کی طرح بٹ جاتا ہے پھر بھی ہمدردی کی کثرت ہے۔ ہمارے دوست لارڈ ارون ایک سلجھے ہوئے دماغ کے آدمی ہیں تعجب ہے کہ وہ خیر خواہوں اور اجناب کے سے غیر خواہوں کی بات پر کان نہیں دھرتے اور ... (ریکارڈ) کے اصول قدیمی کے بدلنے کی فکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

خوابی گواہی

آپنے بہار دانش میں وہ حکایت ضرور دیکھی ہوگی جس ایک بنیے کے منشی نے اپنے آقا کی جورو کی میزان عزت میں ڈنڈی ماری تھی۔ بنیے روزانہ جنس سے نہانے اختلاط کے وقت میاں بنیے جو گھر میں وارد ہوئے تو منشی جی کو فرد حساب کی طرح چٹائی کے نیچے لپیٹ کے بیٹھی نے کونے میں کھڑا کر دیا اور میاں بنیے سے کہا کہ میوہ جو تم لائے ہو چٹائی پر پھینک کے مارو دیکھیں کس کا نشانہ ٹھیک بیٹھتا ہے دوسرے روز منشی جی کو

عرض ہی کیا تھا کہ آدھا جملہ تو ہونٹوں کا سرپر طرح برش
کی طرح اڑ گیا اور آدھا پیٹ کی نذر نابرابری ہوئی
یہی تیسرا دو صندوق میں بند کر کے گھر میں لگا کر
وہ یہاں نیچے سے کہا کہ لگا کر بیل اس صندوق میں سے
اسے نکلو میں پہلے منشی جی کا مارے خوف کے برا
حال ہوا تو قوت واسکہ کو ڈھیلی پڑی اور بجائے اسکے
کی نوبت آگئی یعنی پیشاب خطا ہوگیا اور صندوق میں پانی
صندوق کی درزوں سے ہو کے یہاں نیچے کی تعمیر
کرنے لگا۔ غرض کہ بیچارے بچے کو بی بی کی آشنائی کا
تاؤ جیسا کسی طرح معلوم نہ ہوسکا۔ منشی جی نے ساری
کی وہ مفصل حال جیسے بیان کر رہے تھے کہ ان پیارے
کی ہوا آخر بچے نے منشی جی سے کہا کہ پنچایت کے
سامنے تم یہ قصہ بیان کر دینا۔ پنچایت بیٹھی اور حضرت
لگا چاہے مرغ عشق کی جنس تو منشی شروع کی کل کہانی
کہہ گئے تو بیٹی جو کر تلے پر چڑھی کہتا منشی اور ٹوکری
سے بچاتی رہی تھی پیشاب ہوگئی ٹوکری کے پیٹ
دھرے ہنسے منشی جی نے نظر وہی کی بیٹی کی صورت
دیکھ کے سمجھ گئے کہ آقا ہی رقیب ہے۔ افسوس پڑھی
چوک بھری پنچایت نے خاموش دیکھ کے پوچھا ہاں
پھر کیا ہوا منشی جی فرمانے لگے دلیس پھر میں جاگ
کی فرماتے نیچے میری آنکھ کھل گئی اٹھ بیٹھا دیکھتا
کیا ہوں کہ پلنگ پر پڑا ہوں اور میرا آقا مجھے جگا رہا ہے۔"
بیچ پنچایت و حرم بیٹھے صاحب دم بخود ہوں یہ کہنے
لگے کہ منشی جی واہ (واہ واہ واہ) سپنا دیکھتے رہے
پڑھا دیے اپنے بچے کی بات تو کبھی سنی نہ تھی۔

مگر وہ دور زمانہ اور تھا جب حقیقت نے خواب کا
روپ ہوتا اب وہ زمانہ لگا ہے کہ خواب میں حقیقت
بن جاتا ہے چنانچہ ہمارے ویسرائے کی ٹرین اڑا دینے
کی سازش والے مقدمے میں وعدہ معاف گواہ سرکاری
کئی روز تک حقیقت کا خواب دیکھتے دیکھتے ایک جیتی
میں چونکا۔ اس کے چونکتے ہی بھری کچہری چونک پڑی۔
شنیے میں سرکاری وکیل بیان بینے کے بیچ میں چونک گواہ
جا سنا تھا کہ ماسٹر ان نے فرمایا وہ بست ناک ان
پولیس فریاد کا نرو علیحدہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے
کہ مجھے جو کہا گیا وہ میرا تمام گزشتہ بیان بالکل جھوٹ تھا

نے قصہ میں دخل نہیں ہے۔ پولیس جو آپ ہی چاہتی تھی
ہے۔ دوسرے گواہوں کی گواہی بھی پولیس کی ترتیب
کی ہوئی کہانی ہے جو انھیں کا نام پڑھ کے سنا دی جاتی
ہے اور بساط اختلافات کی وجہ سے سنائی جاتی ہیں۔
میں جب تک عذر کی قسمت سے بہرہ ور نہ تھا جیتا تھا
اب تو وعدہ معاف گواہ کا واسطہ ہے ایک آتا ہے
کہ دوسرا تعلیم دیتا ہے یہاں نہیں ہوں گواہی دیتے
کرتا ہوں وکلاء گھوانوں سے تو آج بری ہوتی ہے کہ
ہوں تو یہ گن ہوں کے پھانسنے کا مرتکب ہوا ہوں
اے خدا کے لیے حضور ان سوز بیل سے میری جان
بچا لیجئے جب یاد آیا اس حضور کہتے ہے۔

اخبار بھی کا فقرہ مشہور ہے کہ یہ سب کچھ ہوا مگر وکیل
سرکاری نے عین وقت پر صفائی کے وکلاء کو دیر
ہوگئی مزاں ملزم قرار دے کے افسانہ خوانی کو جیتی
ہو گیا لیکن صفائی کے وکلا نے ایسی تقریر کی جس سے
گواہ شاذ ہو کے چونک پڑا۔ جو کچھ اس نے ابھی گواہی
سے رجوع کیا اب میں کہا اس کی اصل وجہ وکلا کی
تقریر ہی میں پہلے پنچایت پر صورت کار ہو گئی۔

اب دنیا کی اس ہے اور آگو ایسے وعدہ ...
جو کچھ بیان کرنے کا اختیار ہے آشنائی کی کہانی
جاہے خود افسانہ کو تسلیم کرے یاد کرتے ہیں قدر سرخرو

المختصرات

اب کے جناب مصنف نے عالم خیال میں رقص کیا
اور وہ بھی قاصد کے ہاتھوں دفتر میں بھیج کر جیسا تک
انتظار رہا۔ انتظار میں دیر لگی اور اشاعت میں تاخیر
ہونے کے باوجود انہیں بھی قصاص کو ناظرین کے سامنے
پیش کرنا پڑا بشرطیکہ سال اور مکمل ہو۔ غرض آئندہ
پر محل اس لیے کہ ہم قرض سے گھبراتے ہیں۔

مدرسۃ الواعظین (ایک دینی تبلیغی اسلامی کالج) لکھنؤ
کے جلسوں میں ہم نے جب نواب صاحب رام پور کو دیکھا
خوش قیافہ ترین معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے مدرسہ
مذکورہ کے جلاس کی صدارت میں دین سے جوش ظاہر کیا
کی جان کے والد مرحوم کی تھی۔ یعنی مدرسہ پیدا ہوا
نواب مرحوم نے مقرر کیا تھا تو مدرسہ پیدا ہوا اور رکن رکم

نواب صاحب جانی نے بھی مدرسہ کے خدمت کی ہے آتے
اپڈریس کا جواب پڑھا۔ عطیہ کا اعلان کیا اور پیتا
اور چلے گئے۔ جواب اپڈریس کے ملاحظہ سے معلوم
ہوتا ہے کہ آدمی با خبر اور وضع دار ہیں۔ دیکھیے کہ کہ
پیش رو خلاف اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔
ایک عربی مثل ہے کہ کل شیٔ زاد و للعلم آفات
ہر چیز کے لیے ایک آفت ہے مگر علم کی جان پر کئی
آفتیں مسلط ہیں۔ علم بیچارہ ایک شعر مگر مال کے
آفتوں کی وجہ سے ہیں افسوس ہے کہ اور غریبی
دیکھ بھال کے لیے جو حضرت ایرانی مقرر ہوئے تھے
انھوں نے خیرات کا حلقہ سوئی کا نکا کا بنا دیا۔
اور شکست میں بدنام ہوئے نواب صاحب۔ ان
آیت اللہ زادے صاحب کی خبر سے خدا بچائے آمین
فیشن قیمت۔ کا منظر تو ولایت میں ہوگا۔ مگر جب
یہ مسافرین ولایت ہندوستان میں وارد ہوں گے تو
اور انچوں پر ہوا دینے کا منظر بھی دیکھنے کے قابل ہوگا۔
ہندوستان کی حکومت کی ان جیسے کی لاش کہاں کے
نرو مفروں ہوگی:-

"یہ شیر اللہ کا کس نے مارا"
فرزندان ہند اپنے ڈنڈوں پر خم ٹھونک کے فرمائیں گے۔
"ان فرزندوں سے مارا۔ برادران بھی ایک ادا"
اور عجب نہیں کہ اس بکار ے میں نوبت "ابھی تو ترچھے"
کی بھی آ جائے۔

ایک کہے سے شیر آں شیر زبان و شیر آں بیل پلیہ
دوسرا کہے سے عالم ہمہ افسانہ ما دارد و ما ہیچ
تیسرا کہے سے فرزند قال جام من دیوانہ ترنم
اسکے بعد سعا بجائی انتہاب و تقرار احتجاج و جھگڑے
کی باری ہے۔

"ابھی تمھیں بات کرنے کا سلیقہ کبھی نہ آئے گا"
"واللہ تم تو نرے جاہل ہی ہو۔ سلا کیا کر دیا خاک میں ملایا"
ان مراحل کے بعد اختلاف باہمی کے گڑھے کی بنیاد کچھ اور
دراز ہو جائیگی۔ اور یہی مطلب ہے۔ ہمارا جی سمجھ سکتا
نہیں جو کوئی پسند کرے کہ کیونکر گمشدگی کو تال سکوں اور
عمر ایسا ہوگا کہ کبھی عقل نہیں کھا رکھا گیا چاہا آزادی ہے۔
جیسی نظیر اکبر آبادی کا بھیجو فرما گیا تھا سے نوحہ پڑھئے

غذائے روحانی

معدن النغمات

وہ بے نظیر کتاب جس نے گویا ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد و ہوری کا نقشہ کتاب کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد و ہوریاں اس کتاب میں انہی سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپ کو اسی کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایہ ناز بھی موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک ہر حال ذمہ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنو